تحقیق منسوبات اور علامہ شبلی نعمانی

ظفر احمد صدیقی
پروفیسر شعبۂ اردو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ۔

علامہ شبلی نعمانی اردو میں تحقیق اور تنقید دونوں کے بنیاد گزاروں میں ہیں۔ ان کی تنقیدی کاوشیں ''موازنۂ انیس و دبیر'' اور ''شعر العجم'' کی شکل میں ہمارے سامنے موجود ہیں۔ اس لیے اردو تنقید کے ارتقا میں ان کا ذکر عام طور پر کیا جاتا ہے۔ لیکن ان کے تحقیقی مباحث چونکہ ان کی تصانیف اور مضامین و مقالات میں بکھرے ہوئے ہیں۔ اس لیے ان کی طرف لوگوں کی توجہ کم ہے اس عدمِ التفات کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ان کی تحقیق کے موضوعات ادبیات کے دائرے میں محدود نہیں، بلکہ وہ سیرت و سوانح، تاریخ و تمدن اور فلسفہ و کلام کے ابواب تک پھیلے ہوئے ہیں۔

تحقیق کے شعبوں میں ایک اہم شعبہ تحقیق منسوبات بھی ہے۔ اس کے تحت کسی کلام یا تصنیف کی نسبت کی تحقیق کی جاتی ہے۔ اس کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ اصل شاعر یا مصنف کے بجائے کسی اور کی طرف کلام یا کتاب منسوب ہو جائے اور محقق صحیح نسبت واضح کر دے۔ دوسرے یہ کہ اصل انتساب کو زمانۂ مابعد میں کسی وجہ سے رد کر دیا جائے۔ پھر بعد کا محقق صحیح صورتِ حال کا تعین کر دے۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ اردو میں تحقیق منسوبات سے متعلق اولین تحریر علامہ شبلی نعمانی کی ہے۔ انھوں نے اپنی تصنیف 'الغزالی' میں ایک عنوان قائم کیا ہے ''امام غزالی کی مبحوث فیہ تصنیفات'' پھر اس عنوان کے تحت ان کتابوں کا ذکر کیا ہے جن کی امام کی طرف نسبت میں شکوک و شبہات کا اظہار کیا گیا ہے۔ ہم آئندہ صفحات میں ہر کتاب سے متعلق ضروری مباحث پیش کرتے ہیں۔

سلسلۂ زیر بحث کی پہلی کتاب ''**المنخول فی علم الاصول**'' ہے جسے اختصار کے

طور پر 'منخول' بھی کہتے ہیں۔ علامہ شبلی نے لکھا ہے کہ یہ کتاب اصولِ فقہ میں ہے۔ صاحب کشف الظنون نے اس کا اندراج "ردّ أبی حنیفة" کے نام سے کیا ہے اور "**قلاید العقیان**" کے مصنف کا قول نقل کیا ہے کہ وہ امام غزالی کی نہیں بلکہ محمود معتزلی کی تصنیف ہے۔ شمس الائمۃ کردری نے اس کا رد بھی لکھا ہے۔ (۱)

علامہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ جن لوگوں نے امام غزالی کی طرف اس کتاب کی نسبت میں شبہے کا اظہار کیا ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ اس کتاب میں امام ابوحنیفہؒ پر سخت نکتہ چینی کی گئی ہے اور یہاں تک کہا گیا ہے کہ ان کے ۹۰ فیصد مسائل غلط ہیں۔ حالانکہ امام غزالی نے اپنی معرکہ آرا تصنیف، احیاء علوم الدین، میں امام ابوحنیفہؒ کی نہایت مدح کی ہے۔ ان حضرات کا یہ بھی کہنا ہے کہ ائمۂ دین کو برا کہنا امام غزالی کی شان سے یوں بھی بعید ہے۔ اس لیے "منخول" امام غزالی کی تصنیف نہیں ہوسکتی۔

اس بحث میں علامہ شبلی کی رائے یہ ہے کہ "منخول" امام غزالی ہی کی تصنیف ہے اور اس کی نسبت میں شک وشبہ کرنے والوں کا خیال درست نہیں۔ اپنے موقف کے اثبات میں علامہ نے جو دلائل پیش کیے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

۱- رجال وتاریخ کی تمام کتابوں میں یہ کتاب امام غزالی ہی کی طرف منسوب کی گئی ہے۔

۲- امام غزالی اپنے ابتدائی دور میں نہایت جاہ پسند، خود پرست اور مغرور تھے۔ اس وقت ان کا مزاج مجادلہ پسند اور نکتہ چیں واقع ہوا تھا۔ لیکن اخیر میں ان کے حالات تبدیل ہو گئے اور وہ کچھ سے کچھ ہو گئے۔ "منخول" اسی ابتدائی دور کی تصنیف ہوگی۔

۳- تیسری دلیل کے طور پر علامہ لکھتے ہیں: "ہم نے اس کتاب کو دیکھا ہے۔ خود اس کی طرز عبارت بتاتی ہے کہ وہ نشۂ شباب کے زمانے کی تصنیف ہے۔"

علامہ کی پہلی دلیل کی تائید میں یہ ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ابن الجوزی (ف ۵۹۷ھ) نے '**المنتظم فی تاریخ الملوک والأمم**' میں، ابن خلکان (ف ۶۸۱ھ) نے '**وفیات الاعیان**' میں، تاج الدین ابن السبکی (ف ۷۷۱ھ) نے '**طبقات الشافعیة الکبری**' میں، ابن الملقن (ف ۷۹۰ھ) نے '**طبقات الشافعیة**' میں اور بدرالدین عینی (ف

---

(۱) صاحب کشف الظنون کی اصل عبارت یہ ہے: قال صاحب قلائد العقیان هو لیس لحجة الاسلام، بل هو علی ماکتب فی حاشیة نسخة منه لمحمود الغزالی، شخص من المعتزله، وقد أدی ذلك شمس الأئمة الکردری إلی التعصب إلی أن ردّه ...... وإن کان هو لحجة الاسلام فمن تالیفاته فی أول طلبه لأنه خلاف مافی الاحیاء من مناقبه (کشف الظنون عن أسامی الکتب والفنون، کاتب چلپی، استنبول ۱۹۴۱ء، ۱/۸۳۷)۔ قلاید العقیان فی محاسن الأعیان کے مصنف کا نام فتح بن خاقان اشبیلی ہے (بہ حوالہ معجم المطبوعات العربیة: ۲/۱۴۳۴-۱۴۳۵)۔

۸۵۵ھ) نے 'عقد الجمان' میں 'المنخول' کا شمار امام غزالی کی تصانیف کے ذیل میں کیا ہے۔لہٰذا علامہ کا یہ کہنا بجا ہے کہ رجال و تاریخ کی کتابوں میں یہ کتاب امام غزالی ہی کی طرف منسوب کی گئی ہے۔(۲)

علامہ کی دوسری اور تیسری دلیل کے حوالے سے یہ عرض کرنا ہے کہ صاحب 'الأعلام' خیر الدین الزرکلی کی اطلاع کے مطابق 'المنخول' ۱۹۸۰ء تک غیر مطبوعہ تھی۔(۳) اسی طرح 'سیرۃ الغزالی' کے مصنف عبدالکریم عثمان نے بھی اس کو غیر مطبوعہ بتاتے ہوئے یہ اطلاع دی ہے کہ اس کا قلمی نسخہ دار الکتب المصریۃ میں محفوظ ہے۔(۴) لہٰذا یہ بات قابل داد اور لائق تحسین ہے کہ علامہ شبلی نے ۱۹۰۴ء کے آس پاس ایسی کم یاب قلمی کتاب کا نہ صرف مطالعہ کرلیا تھا بلکہ اس کی طرزِ عبارت میں غور کرکے یہ اندازہ بھی لگالیا تھا کہ یہ نشۂ شباب کے زمانے کی تصنیف ہے۔ علامہ کی تائید ابن الجوزی (۵) اور ابن السبکی (۶) کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے کہ غزالی نے یہ کتاب اپنے استاد امام الحرمین عبدالملک جوینی کی حیات میں لکھی تھی۔امام الحرمین کا سال وفات ۴۷۸ھ ہے۔اس وقت غزالی کی عمر ۲۸ سال تھی۔

اس کتاب میں جہاں تک امام ابوحنیفہؒ پر نکتہ چینی کا تعلق ہے تو حافظ ذہبی نے بھی اس پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے۔چنانچہ 'سیر أعلام النبلاء' میں لکھتے ہیں: ''غزالی کی

---

(۲) تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو 'سیرۃ الغزالی وأقوال المتقدمین فیہ'، عبدالکریم عثمان، دار الفکر، دمشق، بدون سنۃ۔

(۳) الأعلام، خیر الدین الزرکلی، المجلد السابع، دار العلم للملایین، بیروت، الطبعۃ الخامسۃ ۱۹۸۰ ص ۲۲۔

(۴) سیرۃ الغزالی، ص ۱۲۵۔

(۵) المنتظم فی تاریخ الملوک والأمم، ابن الجوزی، دائرۃ المعارف العثمانیۃ، حیدرآباد ۱۳۵۹ھ ج ۹، ص ۱۶۸۔

(۶) طبقات الشافعیۃ الکبری، تاج الدین عبد الوہاب بن علی السبکی، المجلد السادس، تحقیق عبدالفتاح محمد الحلو محمود محمد الطناحی، دار إحیاء الکتب العربیۃ، القاہرۃ، بدون سنۃ، ص ۲۲۵۔

'المنخول' کے اواخر میں ایک امام کے بارے میں ایسا ناپختہ کلام مندرج ہے جس کا یہاں ذکر کرنا میں مناسب تصور نہیں کرتا''۔(۷) 'سیر أعلام النبلاء' کے مرتب ومدون شعیب الأرنؤوط اپنے حاشیے میں لکھتے ہیں:

ذہبی کی اس عبارت میں ''امام'' سے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مراد ہیں۔ ذہبی کو یہ حق ہے کہ وہ امام ابوحنیفہ کے بارے میں غزالی کے اس کلام کو ناپختہ اور ادھ کچرا کہیں۔ کیونکہ اس پر علمیت کے آثار مفقود ہیں۔ یہ کلام غزالی سے اس وقت صادر ہوا جب کہ وہ جدل ومناظرہ کے علوم اور طالب علمانہ لذتوں میں مشغول تھے۔ اس لیے کہ انھوں نے 'المنخول' اپنی علمی زندگی کے آغاز میں تصنیف کی ہے۔ اس کتاب کی زیر بحث فصل کا بیشتر حصہ ان کے استاد امام الحرمین کی کتاب 'مغیث الحق فی ترجیح القول الأحق' کے فقروں سے ماخوذ ہے۔ یہ وہ کتاب ہے جسے امام الحرمین نے دوسرے مذاہب کے مقابلے میں مذہب شافعی کو راجح قرار دینے کے لیے تصنیف کیا تھا۔ اس میں غلیظ تعصب اور امام ابوحنیفہ کی شان میں قبیح گستاخی پائی جاتی ہے۔، جس کے سننے سے کان بہرے ہوجاتے ہیں اور جس سے ذوق سلیم نفرت محسوس کرتا ہے۔ وہ ایک ایسی کتاب ہے جس کی طرف علمائے محققین التفات نہیں کرتے۔ امام کوثری نے 'احقاق الحق' کے نام سے اس کا رد لکھا ہے۔ جو چاہے اس کی طرف مراجعت کرسکتا ہے''۔(۸)

---

(۷) سیر أعلام النبلاء، شمس الدین محمد بن أحمد الذهبی، المجلد التاسع عشر، تحقیق شعیب الأرنؤوط، الطبعۃ الأولی ۱۹۸۴ء ص ۳۴۴۔ ذہبی کی اصل عبارت یہ ہے:

''وفي أواخر المنخول للغزالي كلام فج في إمام لا أرى نقله هنا''۔

(۸) ایضاً بہ حوالہ بالا۔ اصل عبارت حسب ذیل ہے:

والمراد بالامام: أبو حنيفة رحمه الله، وحق للذهبي أن ينعت كلامه فيه بأنه فج، فإنه ليس عليه أثارة من علم، وقد صدر عنه حين كان متلبسا بعلوم الجدل، وحظوظ طلبة العلم، فإنه صنف المنخول في أول حياته العلمية، ومعظم ما في هذا الفصل من فقر مأخوذة من كتاب شيخه إمام الحرمين " مغيث الخلق في ترجيح القول الاحق " الذي ألفه في ترجيح مذهب الشافعي على غيره من المذاهب، وفيه من التعصب الفظيع، والحط الشنيع على الامام أبي حنيفة رحمه الله ما تصم عنه الاسماع، وتنبو عنه الاذواق، وهو مما لا يلتفت إليه عند المحققين من العلماء ذوي النصفة، وقد صنف الامام الكوثري في الرد عليه كتاب " إحقاق الحق " فليرجع إليه من شاء.

اس سلسلے کی آخری بات یہ ہے کہ عہد حاضر کے علمائے عرب وعجم اب 'المنخول' کو امام غزالی ہی کی تصنیف سمجھتے ہیں۔ امام غزالی کی ایک اور تصنیف 'المستصفیٰ من علم الأصول' کے مرتب ومدون نجویٰ ضوکی اطلاع کے مطابق 'المنخول' دار الفکر، دمشق سے ڈاکٹر محمد حسن ھیتو کی تحقیق سے ۱۹۹۷ء سے قبل شائع ہو چکی ہے۔(۹) اس کا عام ایڈیشن انٹرنیٹ پر بھی دست یاب ہے۔ راقم نے اسی سے استفادہ کیا ہے۔

اس سلسلے کی دوسری کتاب 'المضنون به علی غیر أهله' ہے۔ اس کا موضوع علم کلام ہے۔ اس کے بارے میں علامہ شبلی لکھتے ہیں: ''اس کتاب کی نسبت محدث ابن الصلاح اور علامہ ابن السبکی کا دعویٰ ہے کہ امام کی تصنیف نہیں ہو سکتی۔ دلیل یہ ہے کہ اس کتاب کا مصنف قدم عالم، انکار علم جزئیات اور نفی صفات کا قائل ہے اور ان میں سے ہر عقیدہ کفر کا مستوجب ہے''۔

راقم حروف عرض کرتا ہے کہ علامہ شبلی کا یہ بیان دراصل علامہ مرتضٰی زبیدی بلگرامی کی 'اتحاف السادة المتقین بشرح إحیاء علوم الدین' سے ماخوذ ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ان کا پورا بیان نقل کر دیا جائے۔ وہ اپنی شرح کے مقدمے میں لکھتے ہیں:

> ''ابن السبکی کہتے ہیں کہ ابن الصلاح نے ذکر کیا ہے کہ یہ کتاب امام غزالی کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔ معاذ اللہ کہ یہ ان کی ہو۔ ابن الصلاح نے اس کے گھڑی ہوئی ہونے کی وجہ بھی بیان کی ہے۔ ابن السبکی کہتے ہیں کہ ابن الصلاح نے جو کچھ کہا وہ حق اور درست ہے۔ اس کتاب میں عالم کے قدیم ہونے کی تصریح اور جزئیات سے متعلق علم قدیم کی نفی کی گئی ہے۔ امام غزالی ان میں سے ہر ایک بات کے قائل کی تکفیر کرتے ہیں اور یہی تمام اہل سنت کا مسلک ہے۔ اس لیے یہ کس طرح مان لیا جائے کہ وہ خود ان باتوں کے قائل ہیں۔ زبیدی کہتے ہیں کہ یہ کتاب میرے پاس موجود ہے۔ وہ مزید کہتے ہیں کہ ''مسامرۃ''(۱۰)، میں لکھا ہوا ہے کہ یہ علی بن خلیل

---

(۹) المستصفیٰ من علم الاصول، ابوحامد الغزالی، تحقیق، نجویٰ ضوّ دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۹۹۷ ص ۱۰۔

(۱۰) 'المسامرۃ' محی الدین بن عربی کی تصنیف ہے۔ زبیدی نے اس کا ذکر مقدمہ شرح احیاء العلوم میں غزالی کی تصنیف 'منهاج العابدین' کے تعارف میں کیا ہے۔ (بہ حوالہ سیرۃ الغزالی ص ۱۹۵)۔

السبتی کی تصنیف ہے۔اسی طرح صاحب 'تحفة الارشاد' (۱۱) نے بھی تصریح کی ہے کہ غزالی کی طرف اس کتاب کی نسبت جعلی ہے۔ابوبکر محمد بن عبداللہ المالقی متوفی ۷۵۰ھ نے اس کے رد میں ایک کتاب لکھی ہے''۔(۱۲)

اس اقتباس سے معلوم ہوا کہ ابن الصلاح اور ابن السبکی کی طرح مرتضٰی زبیدی نیز بعض دیگر اہل علم بھی امام غزالی کی طرف 'المضنون' کی نسبت کو درست نہیں سمجھتے۔لیکن جہاں تک علامہ شبلی کا تعلق ہے تو وہ 'المنخول' کی طرح 'المضنون' کو بھی امام غزالی ہی کی تصنیف سمجھتے ہیں۔اس سلسلے میں ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

۱-رجال کی تمام مستند کتابوں میں 'المضنون' کو غزالی کی تصنیف شمار کیا گیا ہے۔

۲-خود امام غزالی نے 'جواهر القرآن' میں جو ان کی مسلمہ تصنیف ہے اس کتاب کا ذکر کیا ہے۔

۳-اس کتاب کی امام صاحب کی طرف نسبت کے انکار کے لیے صرف یہ قرینہ کافی نہیں کہ اس کتاب میں بعض ایسے مسائل مذکور ہیں جو ابن الصلاح اور ابن السبکی کے نزدیک موجب کفر ہیں۔کیونکہ خود ''احیاء العلوم'' میں بہت سی باتیں مذکور ہیں جو بعضوں کے نزدیک کفر کی مستوجب ہیں۔

۴-سب سے آخر میں علامہ لکھتے ہیں:''لطف یہ ہے کہ یہ مسائل 'مضنون به على غير أهله' میں سرے سے مذکور ہی نہیں۔علامہ ابن الصلاح و ابن السبکی نے معلوم نہیں کن الفاظ سے یہ مسائل مستنبط کیے۔یہ کتاب شائع ہو چکی ہے اور ہر شخص خود دیکھ کر اس کا فیصلہ کر سکتا ہے''۔

یہاں علامہ شبلی کی پہلی دلیل کے متعلق یہ عرض کرنا ہے کہ 'المنخول' کے برخلاف 'المضنون' کا شمار امام غزالی کی مشہور تصانیف میں نہیں ہوتا۔اس لیے ابن خلکان کی 'وفیات

---

(۱۱) تحفة الإرشاد إلى سبيل الرشاد ،اسماعیل بن أبی بکر معروف بہ ابن المقری (ف ۸۳۷ھ) کی تصنیف ہے۔زبیدی نے اس کا ذکر مقدمہ شرح احیاء العلوم کے ابتدائی صفحات میں کیا ہے۔ (بہ حوالہ سيرة الغزالی ص ۱۵۳)۔

(۱۲) بہ حوالہ سيرة الغزالی ص ۱۹۷۔

الاعیان' صلاح الدین صفدی کی '**الوافی بالوفیات**' اوریافعی کی '**مرآۃ الجنان**' کے علاوہ تراجم و تاریخ کی بیشتر کتابوں میں امام غزالی کی تصانیف کے ذیل میں '**المضنون**' کا ذکر نہیں ملتا۔ ابن صلاح، ذہبی، ابن سبکی اور زبیدی نے غزالی کی طرف نسبت کے انکار کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اس لیے یہ کہنا صحیح نہیں معلوم ہوتا کہ رجال کی تمام مستند کتابوں میں '**المضنون**' کو غزالی کی تصنیف شمار کیا گیا ہے۔

جہاں تک '**جواھر القرآن**' میں '**المضنون**' کے ذکر کا تعلق ہے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہاں بھی علامہ شبلی سے کچھ تسامح ہوگیا ہے۔ راقم نے '**جواھر القرآن**' کو بالاستیعاب دیکھا ہے اس میں '**المضنون**' کا ذکر کہیں نہیں آیا ہے۔ اس کتاب کے مبحث ثانی **علوم اللباب** میں امام غزالی نے اپنی درج ذیل تصانیف کے نام درج کیے ہیں:

الرسالة القدسية ، الاقتصاد فی الاعتقاد ، المستظهری ، تهافة الفلاسفة ، حجة الحق ، قواصم الباطنية ، مفصل الخلاف ، محک النظر ، معيار العلم ۔(۱۳)

البتہ علامہ شبلی کا یہ معارضہ نہایت قوی ہے کہ اس کتاب میں وہ مسائل سرے سے مذکور ہی نہیں جن کی بنا پر امام غزالی سے اس کتاب کی نسبت کا انکار کیا جارہا ہے۔ عصر حاضر کے مصنّفین میں عبدالکریم عثمان کی بھی یہی رائے ہے۔ وہ لکھتے ہیں: ''اس نام کی جو کتاب ہمارے سامنے موجود ہے اس میں ایسا کچھ نہیں پایا جاتا جس کی وجہ سے امام غزالی کی طرف اس کی نسبت میں شک کیا جائے''۔(۱۴) راقم نے خود بھی اس کتاب کا مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ علامہ شبلی کا بیان بالکل درست ہے۔ اس میں مذکورالصدر مسائل مذکور نہیں۔

اس سلسلے کی آخری بات یہ ہے کہ عرب علما اور محققین '**المضنون**' کی نسبت کے بارے میں آج بھی مختلف الرائے ہیں۔ چنانچہ زکی مبارک، ڈاکٹر عنانی، عامر نجار، عبدالرحمٰن بدوی اور سعید عودہ امام غزالی کی طرف اس کی نسبت کو درست نہیں سمجھتے۔ اس کے برخلاف ڈاکٹر صلیبہ، ڈاکٹر عیاد، سلیمان دنیا اور عبدالکریم عثمان اسے غزالی ہی کی تصنیف مانتے ہیں۔(۱۵)

سلسلۂ زیر بحث کی تیسری کتاب '**النفخ والتسوية**' ہے۔ اس کا اصل نام

---

(۱۳) جواهر القرآن ، أبو حامد الغزالی ، المبحث الثانی ، علوم اللباب ، ص۲۰۔

(۱۴) سیرۃ الغزالی ص۲۷۔ اصل عبارت یہ ہے: "والكتاب الذی بين أيدينا بهذا العنوان لا يحتوی بشيئی من هذالقبيل" ۔

(۱۵) تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: نظرات فی كتاب المضنون الصغير ، سعید عودۃ۔

'المضنون الصغير' ہے۔'مجموعة رسائل الامام الغزالی، مرتبہ ابراہیم امین محمد میں یہ 'الأجوبة الغزالية في المسائل الأخروية' کے نام سے شامل ہے اسے کتاب کے بجائے رسالہ کہنا چاہیے۔ کیونکہ یہ محض دس صفحات پر مشتمل ہے۔ علامہ شبلی نے اس کی نسبت سے متعلق بہت مختصر گفتگو کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

> شرح احیاء العلوم میں علامہ مرتضیٰ حسینی نے اس کتاب کو جعلی قرار دیا ہے۔ لیکن کسی قسم کی کوئی دلیل نہیں پیش کی۔ نہ کسی اور شخص کا قول اس کی تائید میں نقل کیا ہے۔

ممکن ہے یہ رسالہ علامہ شبلی کو دستیاب نہ ہو سکا ہو اور اسی بنا پر انہوں نے اختصار سے کام لیا ہو۔ سعید عودہ نے اکتوبر ۲۰۰۹ء میں اس رسالے سے متعلق ایک مضمون 'نظرات في كتاب المضنون الصغير' کے عنوان سے لکھا ہے، جو انٹرنیٹ پر دست یاب ہے۔

سعید عودہ 'المضنون به على غير أهله' کی طرح 'المضنون الصغير' کو بھی جعلی کتاب تصور کرتے ہیں۔ انہوں نے مقدمہ رسالہ نیز فصل ثانی، ثالث، رابع، خامس اور سادس کے اقتباسات پیش کیے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ امام غزالی نے یہ کتاب خود نہیں لکھی ہے، بلکہ ان سے کچھ سوالات کیے گئے ہیں جن کے انھوں نے جوابات دیے ہیں۔ یہ رسالہ انھیں سوالات و جوابات کا مجموعہ ہے۔ چونکہ سائل اور مرتب رسالہ دونوں مجہول ہیں۔ اس لیے غزالی کی طرف اس کی نسبت بھی مشکوک ہے۔ سعید عودہ نے اس کتاب کے مواد و مشتملات کو بھی نشانۂ تنقید بنایا ہے۔ راقم نے امام غزالی کے اصل رسالے اور سعید عودہ کے مضمون دونوں کا مطالعہ کیا ہے۔ ہمارے خیال کے مطابق سعید عودہ کے پیش کردہ تمام مباحث مزید غور و فکر کے محتاج ہیں۔ ان کی بنیاد پر نہ تو اس رسالے کو جعلی کہا جا سکتا ہے اور نہ یہ دعویٰ کیا جا سکتا کہ اس کے مشتملات عقائد اہل سنت والجماعت کے برخلاف ہیں۔

اس سلسلے کی آخری کتاب 'سر العالمين و كشف ما في الدارين' ہے۔ علامہ شبلی کے نزدیک یہ کتاب بے شبہ جعلی ہے اور امام غزالی کی طرف غلط طریقے سے منسوب کر دی گئی ہے۔ علامہ کے دلائل حسب ذیل ہیں:

۱- اس کتاب کی طرز عبارت اور انداز تحریر امام صاحب کے طریقۂ تحریر سے بالکل الگ ہے۔

۲- جعل بنانے والے نے جابہ جا امام الحرمین کی استادی کا ذکر کیا ہے۔ لیکن یہی امر کتاب کے جعلی ہونے کی کافی دلیل ہے۔ کیونکہ امام صاحب کی یہ خاص عادت ہے کہ وہ اپنے اساتذہ اور شیوخ کا مطلق ذکر نہیں کرتے۔

یہاں پہلی بات یہ عرض کرنی ہے کہ 'سر العالمین' مطبوعہ کتاب ہے۔ یہ ۱۳۸۵ھ/ ۱۹۶۵ء میں نجف اشرف، ایران سے بھی چھپ چکی ہے اور '**مجموعة رسائل الغزالی**' میں بھی شامل ہے۔ اس کے مطالعے سے علامہ شبلی کے اس بیان کی تصدیق ہوتی ہے کہ اس کا انداز تحریر امام غزالی کے انداز تحریر سے بالکل مختلف ہے۔ علامہ کا یہ کہنا بھی درست ہے کہ جعل بنانے والے نے امام الحرمین کی استادی کا ذکر کیا ہے۔ لیکن یہ ذکر جابہ جا نہیں، پوری کتاب میں صرف ایک جگہ، مقالۂ تاسعہ، میں آیا ہے۔ امام غزالی نے 'المنخول' کے آخر میں بھی امام الحرمین کا ذکر ایک یا دو بار کیا ہے۔ اس لیے محض اس بنیاد پر اس کتاب کو جعلی قرار نہیں دیا جاسکتا۔ ہمارے خیال میں جعل بنانے والے کی اصل چالا کی یہ ہے کہ اس نے اس کتاب میں امام غزالی کی کتابوں کے حوالے بہ کثرت دیے ہیں اور اس طرح یہ تاثر دینا چاہا ہے کہ یہ کتاب اصلی ہے۔

دوسری قابل ذکر بات یہ ہے کہ علامہ شبلی نے اس کتاب کے مواد و مشتملات کے حوالے سے کوئی گفتگو نہیں فرمائی۔ حالانکہ اس کا جعل اس کے مشتملات ہی سے ظاہر ہوتا ہے۔ بہر حال علامہ کے موقف کی تائید میں عرض کیا جاتا ہے کہ یہ کتاب ترتیب خلافت کے سلسلے میں عموماً اور حضرت عمرؓ کے سلسلے میں خصوصاً شیعی نقطۂ نظر کی ترجمانی کرتی ہے۔ حالانکہ امام غزالی کا اہل سنت والجماعت سے ہونا متفق علیہ ہے۔ چنانچہ حافظ ذہبی نے **سیر أعلام النبلاء** میں امام غزالی کے تذکرے میں لکھا ہے کہ ابوالمظفر سبط ابن الجوزی نے اپنی کتاب '**ریاض الافهام فی مناقب أهل البیت**' میں 'سر العالمین' سے متعدد ایسے اقتباسات نقل کیے ہیں جو فرقۂ امامیہ کے مزعومات کی ترجمانی کرتے ہیں۔ پھر آخر میں سبط ابن الجوزی کی رائے نقل کی ہے کہ اگر یہ خیالات امام غزالی کے ہیں تو امید کی جاتی ہے کہ انھوں نے ان سے توبہ کرلی ہوگی، ورنہ اس کا بھی امکان ہے کہ یہ کتاب جعلی ہو اور غزالی کی طرف غلط طریقے سے منسوب کر دی گئی ہو۔

اس کتاب سے متعلق جدید تحقیقات بھی علامہ شبلی کے موقف کی تائید کرتی ہیں۔ تہران سے شائع ہونے والے رسالہ ''معارف'' شمارہ جنوری ۱۹۹۱ء میں علی رضا ذکاوتی فراگزلو کا ایک مضمون شائع ہوا ہے، جس کا اردو ترجمہ سندھ یونیورسٹی، جام شورو، پاکستان کے سابق استاد ڈاکٹر نجم الاسلام مرحوم نے کیا تھا۔ یہ مجلۂ تحقیق، جام شورو کے شمارہ ۱۰۔۱۱ میں شامل ہے۔ اس مضمون کے اہم نکات یہاں نقل کیے جاتے ہیں:

۱- کتاب 'سیر العالمین و کشف مافی الدارین' کے بارے میں اب غالب نظریہ یہ ہے کہ محمد غزالی کی طرف اس کے انتساب کو رد کرتے ہیں۔

۲- مسئلے کو جو چیز حساس بناتی ہے یہ ہے کہ 'سر العالمین' کے لکھنے والے کا اعتقاد تشیع پر ہے اور اگر اس کتاب کو غزالی سے منسوب کر دیا جائے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ آخر عمر میں غزالی کو تسنن میں اصرار پر پشیمانی ہے۔

۳- مرحوم جلال ہمائی ان میں سے ہیں جو اس کتاب کے غزالی سے انتساب کو قطعی طور پر رد کرتے ہیں۔ مسلم یہ ہے کہ کتاب 'سر العالمین' کو عمداً غزالی کے نام سے گھڑا گیا ہے اور شہرت دی گئی ہے اور مقاصد کچھ اس قبیل کے ہیں کہ غزالی کو باطنیہ اور شیعہ کا طرف دار بنا کر پیش کیا جائے یا ان کو جعل، خرافات اور اعتقادِ موہومات کے ذریعے بے اعتبار کیا جائے۔

۴- اس کتاب میں کلمۂ ''عشق'' عرفانی معنوں میں لایا گیا ہے اور کلمۂ ''مشاہدہ'' بھی اس طرح استعمال ہوا ہے کہ جیسا کہ فارسی ادبیات میں استعمال ہوتا ہے۔ نیز ''طائفۂ الٰہیہ'' اور ''قیل و قال''، جیسی ترکیبیں استعمال کی گئی ہیں۔ اسی طرح کلمۂ ''قدم'' بیت الخلاء کے معنوں میں آیا ہے جو عربی قدیم و فصیح سے کوئی علاقہ نہیں رکھتا۔ ان سب سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کا مصنف کوئی ایرانی عربی نویس ہے۔(۱۶)

علی رضا ذکاوتی کے پیش کردہ نکات کے بعد راقم عرض کرتا ہے کہ 'سر العالمین' کے 'مقالۂ تاسعه' میں مصنف کی طرف سے دعویٰ کیا گیا ہے کہ اس نے بوعلی ابن سینا کی کتاب 'الموسیقی' کی شرح 'کتاب السبیل لابناء السبیل' کے نام سے لکھی ہے۔(۱۷) یہ بیان بھی اس کتاب کے جعلی ہونے کے من جملہ شواہد میں سے ایک شاہد ہے۔ اس لیے کہ امام غزالی نے

---

(۱۶) 'کچھ سر العالمین کے غزالی سے انتساب کے بارے میں' علی رضا ذکاوتی فراگزلو، مترجم ڈاکٹر نجم الاسلام، تحقیق، شمارۂ خاص (۱۱-۱۰) ۹۷-۱۹۹۶ء ص ۲۰۷-۲۱۰۔

(۱۷) اس موقع کی اصل عبارت یہ ہے: 'ولیکن المغنی عالماً بطریق الأغانی، مطلعاً علی کتاب الموسیقی الموضوع للرئیس أبی علی بن سینا، وقد شرحناه فی کتاب السبیل لأبناء السبیل''

(سر العالمین، مشمولہ مجموعة رسائل الغزالی ص ۴۹۰)

فن موسیقی میں سرے سے کوئی کتاب ہی نہیں لکھی، چہ جائیکہ وہ ابن سینا کی کتاب موسیقی کی شرح لکھیں۔ پھر ان کی تصانیف کی فہرست میں 'السبیل لأبناء السبیل' نام کی کوئی کتاب بھی شامل نہیں ۔ بلکہ ان کے سوانح نگار موسیقی سے ان کی واقفیت کا کوئی ذکر بھی نہیں کرتے ۔ لہٰذا علامہ شبلی کا یہ موقف بالکل درست ہے کہ یہ کتاب جعلی ہے۔

گذشتہ صفحات میں جو کچھ عرض کیا گیا اس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ علامہ شبلی اردو میں تحقیق منسوبات کے بنیاد گزاروں میں ہیں اور یہ حقیقت بھی سامنے آتی ہے کہ امام غزالی کی بعض تصنیفات کے سلسلے میں انھوں نے نفیاً یا اثباتاً جو موقف اختیار کیا تھا وہ صائب اور درست تھا۔ کیونکہ متقدمین ومتاخرین علما اور محققین کے بیانات اور تحقیقات سے ان کے موقف کی تائید ہوتی ہے۔